امتیازی تحدید - ایران اور عراق کے بارے میں امریکی پالیسی

زگنیو برزنسکی، برنیٹ سکوکرافٹ و رچرڈمرفی*

خلیج فارس کے تیل پر مستقبل قریب میں صنعتی دنیا کا انحصار ایک مسلمہ حقیقت ہے اسی بنا پر خلیج کی سیکیورٹی اور استحکام صدر نکسن کے دور سے اب تک امریکی خارجہ پالیسی میں انتہائی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس سلسلے میں کلنٹن انتظامیہ کی حکمت عملی عراق اور ایران دونوں کو اپنی حدود میں رکھنے کی کاوشوں پر مشتمل رہی ہے لیکن یہ پالیسی مالی اور سیاسی اعتبار سے نہایت مہنگی اور عملاً" زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوئی۔ صدام اتحادیوں کے ہاتھوں شکست کے باوجود اب تک برسراقتدار ہے اور اس پر پابندیوں کے بارے میں عالمی اتفاق رائے میں دراڑیں پڑ رہی ہیں دوسری طرف ایران کو یکہ و تنہا کردینے کی کوششوں کے نتیجے میں ایران اور روس میں قربتیں بڑھ رہی ہیں۔ خلیجی تعاون کونسل کے ممبروں کے اندورنی مخالف، امریکہ کی جارحانہ حمایت کی وجہ سے ان کے داخلی، سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے پوزیشن میں آگئے ہیں۔ چنانچہ صدر کلنٹن کے دوبارہ انتخاب اور ایران میں نئ انتظامیہ کے نظام کار سنبھالنے کے نتیجے میں یہ موقع پیدا ہوگیا ہے کہ خلیج کے بارے میں امریکہ اپنے رویے پر نظر ثانی کرے اور اس بات کا جائزہ لے کہ اس پالیسی کو کس حد تک اعتدال کی راہ پر لایا جاسکتا ہے۔

خلیج کے مسائل کے ایک معروضی جائزے سے واضح ہو جائے گا کہ عراق، ایک مستبد حکمران کے شکنجے میں ہونے کے باوجود علاقے کے لئے محدود خطرہ کا باعث بن سکتا ہے تاہم سردست اس کی یہ صلاحیت کافی حد تک کنٹرول کی جاچکی ہے۔ اس کے برعکس ایران میں فوجی اور معاشی استحکام کی صلاحیت بہت زیادہ ہے۔ اس کی علاقہ پر بالادستی کی روایت بھی موجود ہے اور اس کی جغرافیائی اہمیت مغربی دنیا اور وسط ایشیا میں تعلقات کے سلسلے میں بہت حد تک فیصلہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔ چنانچہ عراق کی واضح لیکن محدود اور مقابلتاً" کمتر درجہ کی خطرناک حیثیت کے مقابلے میں ایران کی حیثیت حکمت عملی کے اعتبار سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور نہایت اہم خطرہ کی حامل ہے

---

*Zbigniew Brzezinski, Brent Scowcroft and Richand Murphy, Foreign Affairs, 76 : B (May / June 1997)

(تلخیص عبداللطیف الفت)

یہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ ایران اور عراق کے بارے میں خلیج کی ساری ریاستیں یکساں نقطہ نظر کی حامل نہیں ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں امریکہ کی پالیسی سب کے لیے باعث اطمینان نہیں ہوسکتی۔ تاہم نئی حکمت عملی طے کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مشورے اور جس حد تک ممکن ہو اتفاق رائے کا حصول لازمی ہے۔

مستقل مسائل

۱۹۷۱ء میں جب برطانیہ خلیج سے نکل گیا تو امریکہ اس علاقے میں اہم ترین خارجہ طاقت بن گیا۔ اب تقریباً" تیس برس سے امریکہ مختلف ذرائع سے علاقائی استحکام کے حصول کے لیے سرگرداں ہے۔

ایرانی انقلاب تک ایران امریکی مفادات کا سب بڑا نگران بنا رہا لیکن انقلاب کے بعد ایران امریکہ کا جانی دشمن بن گیا۔ امریکہ نے عراق اور ایران کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لیے ایران عراق جنگ میں کسی حد تک عراق کے ساتھ تعاون کیا لیکن جب عراق نے کویت پر قبضہ کیا تو صورت حال یکسر بدل گئی۔

کلنٹن انتظامیہ کو برسراقتدار آنے کے بعد خلیج میں استحکام کے لیے ایک بالکل نئے بین الاقوامی ماحول کا سامنا تھا۔ ایک طرف روس منظر سے ہٹ چکا تھا تو دوسری طرف میڈرڈ کانفرنس کے نتیجے میں مشرق وسطی میں قیام امن کا ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا جس سے عرب اسرائیل تنازعہ کے حل کی امید پیدا ہو چکی تھی۔ کلنٹن حکومت ایران اور عراق دونوں کو اپنی حد میں رکھ کر سعودی عرب اور خلیج کی دیگر امارات کو سامنے لانا چاہتی تھی تاکہ عرب اسرائیل تعاون کی راہ ہموار ہو اسرائیل سے مخاصمت کی خواہاں قوتیں منظر سے ہٹ جائیں۔

ایران اور عراق کی تحدید ایک عارضی پالیسی تھی۔ عراق کو بین الاقوامی معاشی پابندیوں' فوجی قوت میں کمی نیز جنوبی عراق میں "نوفلائی زون" اور کردوں کی سرپرستی کے ذریعے اپنی حد میں رکھنا مقصود تھا۔ لیکن صدر صدام کو اقتدار سے الگ کرنا ایک مہنگا سودا سمجھا جاتا رہا۔

ادھر ایران کے خلاف بین الاقوامی رائے عامہ ابھارنے کا سلسلہ جاری رہا اور کسی حد تک یک طرفہ معاشی پابندیوں بھی۔ ایران کے بارے میں پالیسی کے مظاہر ایران کے اندر کسی تبدیلی کی بجائے اس کے رویہ کی تبدیلی پر زور دینے تک محدود رہے۔ تاکہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کے حصول' علاقے میں تشدد اور دہشت گردی کی مدد اور امن کے قیام میں رکاوٹیں ڈالنے سے باز

رہے۔ ری پبلکن پارٹی کی امریکی کانگریس پر بالادستی کے نتیجے میں ۱۹۹۵ء کے بعد ایران کے خلاف امریکی رویہ اور زیادہ سخت ہوگیا۔

مندرجہ بالا مقاصد کے پیش نظر ایران اور لیبیا پر دباؤ بڑھانے کے اقدامات کئے گئے۔ عالمی یہودی کانگریس کی ہمدریاں حاصل کرنے کے لیے کلنٹن انتظامیہ نے ۱۹۹۵ء میں اعلان کیا کہ ایران پر مکمل معاشی مقاطعہ نافذ کیا جارہا ہے۔ کانگریس میں ری پبلکن پارٹی کے دباؤ کے تحت ایران اور لیبیا پر پابندیوں کا ایکٹ منظور ہوگیا جس پر صدر نے بھی دستخط کردیئے۔ تاہم امریکی اتحادیوں کی جانب سے اس پر کوئی خوش گوار رد عمل سامنے نہیں آیا۔ اس ایکٹ کے تحت اگر کوئی فرم ایک سال میں ایران یا لیبیا میں ۴۰ ملین ڈالر سے زیادہ توانائی کے ذریعے کو بڑھانے میں سرمایہ کاری کرے تو اس پر امریکہ میں لازمی پابندی عائد کردی جائیگی۔

دوبارہ برسراقتدار آنے کے بعد کلنٹن انتظامیہ مخمصے میں پھنس چکی ہے۔ صدام نہ صرف برسراقتدار ہے بلکہ کسی حد تک کردوں کی شورش کو دبانے میں بھی کامیاب ہوگیا ہے۔ ایران کے مقاطعہ کا بھی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا بلکہ اب معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی بجائے خود امریکہ اس مسئلہ پر تنہا ہوگیا ہے۔ ان پالیسیوں پر نظرثانی کا وقت آگیا ہے۔

صدام آج بھی خلیج کے لیے خطرہ ہے

صدام حسین معاشی پابندیوں کے باوجود اور تاریخ کی انتہائی سخت گیر نگرانی کے علی الرغم تباہ کن ہتھیار حاصل کرکے علاقے کی سلامتی کے لیے بدستور خطرہ بنا ہوا ہے۔ امریکہ کو لامحالہ ان پابندیوں کو انتہائی مہنگے داموں برقرار رکھنے کے لیے تیار رہنا چاہئے خواہ اس معاملہ میں اسے تنہا اس کی قیمت ادا کرنی پڑے۔

تاہم عراق کو اپنی حدود میں رکھنے کے لیے اس پر عائد کردہ پابندیوں کے سیاسی اور معاشی اثرات پر نظرثانی بھی ضروری ہے۔ ان پابندیوں سے بعض انسانی اقدار متاثر ہو رہی ہیں اور گلف تعاون کونسل کے ممالک کے عوام پران کا منفی اثر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ ان کا انداز بدلنے کی ضرورت ہے اس پالیسی کے پانچ پہلو قابل غور ہیں۔

اول' عراقی عوام کی حالت زار پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ عراق کو محدود پیمانے پر تیل کی فروخت کی اجازت دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور عراقی عوام کی فلاح کے لیے ان پابندیوں کو عارضی طور پر معطل کیا جاسکتا ہے۔

ثانیاً' عراقی عوام اور دیگر عربوں کو یہ یقین دہانی کرانا چاہئے کہ امریکہ عراق کی موجودہ سرحدوں کو برقرار رکھنا چاہتا ہے اور صدام کے بعد اسے بین الاقوامی برادری میں قبول کرنے میں امریکہ کو کوئی عذر نہ ہو گا۔

ثالثاً' شمالی عراق میں کرد مسئلہ کے بارے میں ترکوں کو مکمل اعتماد میں لینے کی ضرورت ہے۔

رابعاً' امریکہ کو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہنے دینا چاہئے کہ امریکہ صدام کے بعد کسی بھی عراقی حکومت سے نئے سرے سے تعلقات استوار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرے گا بلکہ اس کی مدد کرنے کو تیار ہو گا۔

خامساً' امریکہ کو مکمل طور پر واضح کر دینا چاہئے کہ عالمی تباہی کے ہتھیاروں کے سلسلے میں عراق پر عائد کردہ پابندیوں کی خلاف ورزی پر اسے آپریشن ڈیزرٹ سٹارم کی طرح سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں خلیجی اتحادیوں اور دیگر یورپین اتحادیوں اور عرب اور جاپان کے ساتھ تعاون کو مستحکم بنانا چاہئے۔

امریکہ کو ایران کی جانب ہمہ پہلو رویہ اختیار کرنا چاہئے

ایران کی علاقائی اہمیت کہیں زیادہ ہے اور اس کی طرف سے پیش آمد خطرہ سخت پیچیدہ ہے۔ ایران کے رویہ کے نمایاں خطرناک پہلو اس کی روایتی فوجی تیاریاں' مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام کی مخالفت' اسلامی تشدد پسندی کی حمایت اور ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری شامل ہیں۔ امریکہ کو دہشت گردی اور ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں ایرانی پالیسی سے براہ راست خطرہ درپیش ہے۔

پورے ملک کا گھیراؤ کرنے کے بجائے امریکہ کو ایک ہمہ رنگ پالیسی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ فوجی لحاظ سے ایران مستقبل قریب میں روایتی ہتھیاروں کے ساتھ امریکہ کے علاقائی مفادات کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔ مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام کے سلسلے میں بھی ایران سے مخاصمت کی کوئی فوری ضرورت نہیں نظر آتی۔ خود اسرائیل جرمنی کی وساطت سے ایران کے ساتھ بعض معاملات طے کرتا رہا ہے۔ مذہبی بنیادوں پر بھی ایران کوئی خطرہ نہیں بن سکتا کہ "سرخ خطرے" کے بعد ایک موہومہ "سبز خطرے" سے ڈر محسوس کیا جائے۔ فرقہ وارانہ نسلی اور جغرافیائی اختلافات کی بنا پر اسلامی دنیا ایران کی رہنمائی میں کوئی متفقہ خطرہ بننے

سے تو رہی خود ایرانی حکومت کی اندرون ملک کارکردگی نے اس کی کشش کھودی ہے۔

ایران بلاشبہ دہشت گردی کی دنیا بھر میں حمایت اور مدد کرتا رہا ہے لیکن اس کا حل بھی اس پر پابندیاں عائد کرنا نہیں ہے۔ وہ واحد پہلو جس کی بنا پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا جاسکتا ہے وہ ایران کی ایٹمی ہتھیاروں کے حصول کی خواہش ہے۔ اس سلسلے میں ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے سلسلے میں انتہائی سخت پابندیوں کو بلاکم وکاست اور پوری سختی سے نافذ کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ایٹمی تنصیبات کا معائنہ بھی ضروری ہے۔ اگر ضروری سمجھا جائے تو اس سلسلے میں ایٹمی پابندیاں قبول کرنے پر ایران کو سہولتوں کی فراہمی کی پالیسی پر بھی غور کرنا چاہئے۔

ایران پر موجودہ پابندیاں قرین انصاف نہیں محسوس ہوتیں۔ اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ایران بین الاقوامی ایٹمی ایجنسی کی طرف سے معائنے اور ایٹمی پروگرام پر پابندیوں کے عوض کیا کیا سہولتیں حاصل کرنا چاہے گا۔ اس سلسلے میں اگر روس اور چین کا تعاون بھی حاصل کر لیا جائے تو ایران اور امریکہ میں موجودہ کھچاؤ کم کیا جاسکتا ہے۔

سردست ایران پر یک طرفہ پابندیاں عائد کرنے کی امریکی پالیسی اور اتحادیوں کو اس کی ترغیب دینے کی کوششیں بے نتیجہ رہی ہیں۔ امریکہ برسوں سے آزادانہ تجارت کا حامی رہا ہے۔ موجودہ پالیسی اس کی روح کے خلاف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے یورپی خلیجی اتحادیوں اور جاپانیوں کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر باہمی مفادات کا جائزہ لیا جائے اور ایک متفقہ رویہ اختیار کیا جائے۔

موجودہ پالیسی سے ایک نقصان یہ پہنچا ہے کہ امریکہ وسط ایشیا کے توانائی کے ذخائر تک رسائی سے محروم رہا ہے۔ امریکہ کو ایران کی راہ سے وسط ایشیائی ممالک کی گیس کی سپلائی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ اس سلسلے میں بھی ترکی کے مشورہ سے ایک علاقائی پالیسی مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک دوراندیشانہ پالیسی یہ ہوگی کہ ایران اور امریکہ کے تجارتی روابط کے احیا کا جائزہ لیا جائے۔ امریکی کمپنیوں کو بالاخر ایرانی تیل کے سلسلے میں اپنا رول ادا کرنے کا موقع ملنا چاہئے' اسی میں دونوں ملکوں کا مفاد ہے اور اگر ایران معاندانہ رویہ اختیار نہ کرے تو اس سمت میں پیش رفت ہونی چاہئے جو دونوں کے انفرادی تعاون پر مبنی ہو۔

ہمہ رنگ تحدید

امریکہ کی طرف سے ایران اور عراق کی دوہری تحدید کسی پائیدار بنیاد پر استوار نہیں

ہوسکتی۔ امریکہ کو اپنے وسیع المیعاد مفادات کی بنیاد پر ہمہ جہتی اور ہمہ رنگ رویہ کا آغاز کرنا چاہیئے۔ صدام کو محدود کرنا ضروری ہے لیکن خلیجی اتحادیوں کے ساتھ اتحاد بھی مستحکم ہونا چاہیئے۔ ایران کے بارے میں امریکہ اپنی پالیسیوں کی بھاری قیمت ادا کر رہا ہے اوراس سلسلے میں اس کے اتحادی دل و جان سے اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ اب کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں نئے راستے تلاش کرنا چاہئیں۔

کوئی ڈرامائی تبدیلی ناممکن ہے اور نہ ہی اس سے کسی فوری فائدہ کی امید کی جاسکتی ہے۔ ایک طرف تو عراق پر فوجی جکڑ بندیوں کو مضبوط رکھ کر بھی کچھ معاشی رعایتیں دینے پر غور کیا جاسکتا ہے اور دوسری طرف اس امید پر کہ ایران بھی باہمی تعلقات کے بارے میں طرح نوڈالنا چاہتا ہے' سفارتی تعلقات کو از سر نواستوار کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ کو اندرونی دباؤ سے بے نیاز ہوکر اپنے بین الاقوامی مفادات کے پیش نظر بلند پایہ' مدبرانہ رویہ اختیار کرنا ہوگا۔ صدر کلنٹن کو کارٹر ڈاکٹراین سے وابستگی کا کھلم کھلا اظہار کرکے واضح کردینا چاہیئے کہ امریکہ خلیج میں اپنے اتحادیوں کے مفادات اور تیل کی مسلسل فراہمی کے لیے موجود رہے گا اور اس علاقے کے استحکام اور آزادی کا دفاع کرے گا۔ تاہم ان بنیادی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے صدام کے بعد آنے والی عراقی حکومت یا ایران کے ایک نسبتاً" کم معاندانہ رویہ والے برسراقتدار حکمرانوں سے راہ و رسم استوار کرنا بھی ممکن ہے۔